متعلق تھے وہ حضرات شامل ہیں۔ مکتوب الیہم میں نواب، امراء، شہزادیاں، علماء اور [illegible]
مخاطب ہیں۔ خطوط کے مضامین میں تعزیت، مبارکبادیاں، ملک کی حالتِ ابتری، حکومتِ وقت کے [illegible]
اور بااثر [illegible] کی سرگرمیوں کا تذکرہ ہے۔ خطوط کا حصہ ختم ہوجانے کے بعد ایک حصہ ہے جس میں [illegible]
اجناس، پھل اور دیگر اشیائے خوردنی کا بیان مذکور ہے۔ پھر آخر میں پانچ صفحات کتاب "خلاصۃ
السیاقۃ" کا انتخاب ہے، جس میں دفتری حساب کا ذکر ہے۔ نیز یہ واضح کیا گیا ہے کہ ہندوستان
میں مسلم عہدِ حکومت سے قبل سرکاری دفاتر میں جملہ حسابات بزبانِ ہندی لکھے جاتے تھے۔ پھر ۵۸۸ھ/۱۱۹۲ء
میں راجہ رائے پتھورا اور شہاب الدین غوری کے مابین جنگ کے نتیجے میں راجہ مذکور جب قتل ہوا اور
سلطان شہاب الدین غوری ہند کے تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تھا اس کے بعد چار سو سال سے
کچھ زائد مدت تک مسلمان ہی ہندوستان پر یکے بعد دیگرے حکمرانی کرتے رہے۔ جن کے وزراء،
امراء اور دیگر ارکانِ حکومت کی بھی مادری زبان ترکی یا فارسی تھی لیکن اس کے باوجود اس پورے
مسلم عہد میں سرکاری دفاتر پر ہندی زبان ہی مسلط رہی۔ اس کے بعد جب جلال الدین محمد اکبر
ملکِ ہند کا شہنشاہ بنا تو اس کے عہد میں شیخ فیضی، بدل خان مشہدی، خواجہ شاہ منصور
شیرازی، خواجہ عطا بیگ قزوینی اور خواجہ نظام الدین بخشی جیسے ماہرین قواعد و قوانین نے
فارسی کو دفاتر میں رواج دینے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر کار بادشاہ کے محبوب
وزیر راجہ ٹوڈرمل نے اپنی حکمتِ عملی سے ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء (مطابق ۲۸ سنہ اکبری) میں ہندی کے بجائے
فارسی زبان جاری کی۔

ایضاً نسخہ ۲ | صفحات ۱۲۸، کاتب و تاریخِ کتابت کا ذکر نہیں، کتابت خطِ شکستہ

۱؎ مسٹر چارلس ریو نے لکھا ہے کہ یہ کتاب بعہدِ عالمگیر ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء میں تصنیف ہوئی لیکن مصنف کے سلسلے میں لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ استاذ ڈاکٹر نورالحسن انصاری (دہلی یونیورسٹی) نے مصنف کا نام مختلف قیاسات کے تحت سجان سنگھ سیالکوٹی لکھا ہے۔ (بحوالہ "فارسی ادب بعہدِ اورنگ زیب" ص ۳۴۴) اسی مصنف کی ایک مشہور کتاب "خلاصۃ التواریخ" بھی ہے۔

اس نسخہ میں ابتدا کے کُل ۳۰ خطوط ہیں اور آخر ناقص ہے۔ خطوط کے عنوانات اور بین السطور مشکل الفاظ کے معانی سہل فارسی میں سُرخ روشنائی سے کتابت کیے گئے ہیں۔

ایضاً نسخہ ۳ صفحات ۴۴، کاتب اور سالِ کتابت کا ذکر مفقود، کتابت نیم خطِ شکستہ۔ اوراق کتابی کتب خور کیڑوں کے نشاناتِ دنداں نمایاں ہیں۔ اس نسخہ میں شروع کے صرف اٹھارہ خطوط ہیں۔ سابق مذکور دونوں نسخوں کی طرح اس میں مکتوب الیہم کے عنوانات نمایاں طور پر کتابت نہیں کیے گئے ہیں البتہ بین السطور خاص خاص الفاظ کے آسان فارسی معانی لکھ دینے کی کاتب صاحب نے زحمت گوارہ ضرور کی ہے۔

یہ دستور الانشاء ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء میں کلکتہ سے طبع ہو چکا ہے۔ نسخہ مذکور بصورت قلمی مدراس یونیورسٹی لائبریری اور خدا بخش لائبریری پٹنہ میں بھی موجود ہے۔

اس انشاء کے مرتب کسی اہمیت کے حامل معلوم نہیں ہوتے جس کی وجہ سے ان کی حیات کے خصوصی حالات غارِ گمنامی میں ہیں۔ صرف اسی قدر پتہ چلتا ہے کہ یہ سید غلام حسین خاں (فدائی خاں) کے حلقۂ ملازمت اور سرپرستی میں زندگی گزارتے رہے۔

نوادر دانش مصنف نور محمد، صفحات ۷۴، اسم کاتب اور سالِ کتابت مذکور نہیں، کتابت خوشخط۔ یہ نسخہ فنِ انشاء پر ہے۔ مصنف حمد و نعت کے بعد لکھتے ہیں:

"چوں مبتدیان را از خواندن این انشاء منیای دراست وذکاء فراست میفزاید این جہت نام این "انوار دانش" نہادہ آمد"۔ نسخہ مذکور ہمارے ملک ہندوستان میں صرف علی گڑھ مسلم یونیورسٹی لائبریری کے مجموعہ سبحان اللہ میں پایا جاتا ہے۔ مصنف کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی البتہ نسخہ مذکور کے مختلف صفحات پر "بندگان خلیفۂ ظلِ الٰہی"، "ماہ خورداد الٰہی"، "ماہ مہر الٰہی" سے الفاظ اور فقروں سے گمان ہوتا ہے کہ یہ نور محمد وہی ہیں جو علامہ ابو الفضل کے برادر زادہ اور علامہ کے رقعات کے مرتب و جامع ہیں جن پر ابو الفضل کی صحبتوں اور زبان دانی کا پرتو ضرور پڑا ہوگا کہ جنہوں نے مذکورہ بالا فقرے استعمال کیے۔ (باقی آئندہ)

تبصرے

(محمد عبداللہ طارق)

فقہ القرآن | جلد اوّل، جلد دوم۔ از مولانا عمر احمد عثمانی۔ تقطیع متوسط (۲۲x۱۸/۸) صفحات جلد اوّل ۵۶۶ صفحات، جلد دوم ۶۰۸ صفحات، کتابت و طباعت معیاری، قیمت جلد اوّل ۵۰/۰ جلد دوم ۵۰/۰ ۔ پتہ: ادارہ فکر اسلامی۔ کاشانہ حفیظ ۲۴۰ گارڈن ایسٹ۔ اسمر داس روڈ۔ کراچی ۳

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ اسمیں قرآن مجید کے فقہ کو مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس موضوع پر سب سے پہلے اگرچہ ابو بکر جصاص رازی حنفی اور قاضی ابو بکر ابن العربی مالکی کا کام بہت مشہور ہے مگر ہمارے فاضل مصنف نے مسائل فقہ کو خود قرآن مجید سے مستنبط کرنے کی کوشش کی ہے اور حدیث سے گو صاف طور پر انکار نہیں کیا ہے مگر جگہ جگہ لغت کا سہارا لینے کی کوشش زیادہ کی ہے۔ عام علماء سے برگشتگی جگہ جگہ نمایاں ہے۔ بہت سے تفردات بلاشبہ اس قابل ہیں کہ دیگر علماء کو بھی ان پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے مثلاً زکوٰۃ کے سلسلے میں کرایے کے مکانوں کے بارے میں زکوٰۃ کی بحث (صفحہ ۲۹) یا اسی طرح جواہرات کی زکوٰۃ کی بحث (صفحہ ۳۰) ایسی چیزیں ہیں کہ ان پر اہل علم باہمی تبادلۂ خیال کریں اور کسی نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح جہاں حنفیہ سے اختلاف کر کے کسی اور فقیہ کا مسلک اختیار کیا ہے۔ یہ چیز بھی اگر تلفیق بین المسالک اور سہولت پسندی کی غرض سے نہ ہو تو ایسی بہت بری چیز نہیں مگر یہ چیزیں شخصی زندگی میں تو آسانی سے چل جاتی ہیں، ملی سطح پر انکو مقبول بنانے کیلئے وہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے جو مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ کے سلسلے میں کیا تھا، یہ مسئلہ حنفیہ کے یہاں کس قدر دشوار اور ناقابل تحمل تھا اور امام مالک کے مسلک پر فتویٰ دینا وقت کا ایک اہم تقاضہ تھا، مگر حضرت تھانویؒ نے اتنی سی بات کے لیے کسقدر زبردست اہتمام کیا اور